

معاشی استحکام اولین ترجیح جذبات نہیں فیصلے

ناصر نقوی
(مصنف سینئر جرنلسٹ اور کالم نویس ہیں)



دنیا کا کوئی ملک بھی معاشی بحران میں ترقی اور خوشحالی کی منازل طے نہیں کر سکتا، ریاست جمہوری ہو کہ آمرانہ، بادشاہت ہو یا صدارتی نظام کامیابی کی ایک ہی بنیاد ہے مضبوط معیشت۔۔۔دنیا کی سپر پاور امریکہ بہادر بھی اسی بحران میں پھنسے ہوئے ہیں اسی وجہ سے صدر ٹرمپ مختلف راہیں تلاش کرتے کرتے ٹیرف بم تک پہنچ گئے۔وہ تاجر ہیں انہیں صنعت وتجارت اور معیشت کے راز بخوبی معلوم ہیں لہذا وہ جانتے ہیں کہ اس کی بحالی کے لیے طویل اور مختصر مدت کی حکمت عملی بنا کر فوری عمل سے معاشی بحران کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ایسے میں اگر باقی دنیا کا موازنہ کیا جائے تو مجموعی صورتحال بھی خوش کن ہرگز نہیں، بڑے ممالک اور بڑی معیشتیں بھی مشکلات کا شکار ہیں۔پھر اس افراتفری کو بنگلہ دیش کے حالات سے جوڑنے کی کوشش کی گئی جب بات نہیں بنی تو پہلے جلسے جلوس، لانگ مارچ، جلاؤ گھیراؤ، توڑ پھوڑ کر کے راستہ بناتے ہوئے طالبان کی حمایت اور ان کو حکم امتناعی دلانے کی کوشش کی گئی لیکن قائدین یہ جانتے تھے کہ جہاں فتنہ وفساد ہوتا ہے وہاں سے امن کی فاختہ اڑ جایا کرتی ہے۔ معاشی استحکام کے مرکزی کردار سرمایہ کار اور صنعت کار بھی سرمایہ کاری سے منہ موڑ لیتے ہیں یہ مقامی ہی نہیں، بین الاقوامی فارمولا ہے اس لیے اولین ترجیح صرف اور صرف معاشی استحکام ہونا چاہیے عوامی سطح پر یہی ضرورت محسوس کی گئی بلکہ عسکری قیادت کی سربراہی میں بننے والے فورم ایس۔آئی۔ایف۔سی کی بھی یہی نشاندہی تھی۔وزیراعظم شہباز شریف نے اپنے پہلے دور حکومت میں پی۔ڈی۔ایم کی جماعتوں سے مشاورت کے ساتھ معیشت کے لیے چند غیر مقبول فیصلے کیے تھے جبکہ بلاول بھٹو زرداری نے خارجی محاذ پر بطور وزیر خارجہ کامیابیاں حاصل کر کے سفارتی

تعلقات کی نہ صرف بحالی کرائی بلکہ دوست ممالک اور دنیا بھر سے نئے راہ و رسم پیدا کیے۔ اس مشترکہ حکمت عملی میں عسکری قیادت نے بھی اپنا حصہ ڈالا، کچھ نے تنقید کی، کچھ نے تعریف لیکن مثبت نتائج یہی نکلے کہ ملک کو ڈیفالٹ کی دلدل میں دھکہ دینے والوں کی خواہش پوری نہیں ہو سکی۔ آئی۔ ایم۔ ایف نے بھی ان نکموں کی بات تسلیم نہیں کی اور الحمدللہ ملک ڈیفالٹ نہیں ہوا حکمرانوں اور اتحادیوں نے قوم کو بتایا کہ مشکل اور غیر معمولی وقت میں سخت اور غیر مقبول فیصلے کیے ہیں اچھے وقت اور ملکی معاشی استحکام کے لیے اسے برداشت کیا جائے کیونکہ پی۔ ڈی۔ ایم حکومت نے سیاست کے مقابلے میں ریاست پاکستان کو فوقیت دی اس لیے کہ پاکستان ہے تو سیاست اور ہم ہیں۔ قوم نے تسلیم کر لیا لیکن ریاست مخالف ڈیفالٹ کے خواہش مندوں اور جمہوریت کے دشمنوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور اپنی سازشیں جاری رکھیں۔ اب دوسرے دور میں بھی وزیراعظم معاشی استحکام کو ہی اولین ترجیح دیتے ہیں بڑی اتحادی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی بھی اسی سوچ کی قائل ہے لیکن معاشی بحران اور سیاسی افراتفری نے حکومتی کوشش کے حقیقی نتائج نہیں نکلنے دیے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر حکومتی ٹارگٹ پورا ہو گیا تو پھر ان کی سیاست کا کیا بنے گا۔ ایسے میں گورنر سٹیٹ بینک اور ایس۔ آئی۔ ایف۔ سی نے پاکستان کے معاشی ڈھانچے کی کمزوریوں کا نہ صرف اعتراف کر لیا بلکہ برملا کہہ دیا کہ ہم نے خود ترقی اور خوشحالی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں ہیں بلکہ ماضی کے تضادات بھری پالیسیوں نے معیشت کی بنیادیں ہی کھوکھلی کر دیں ہیں۔ یہ بات ایسی ہے جسے برسوں پہلے منظر عام پر آ جانا چاہیے تھا۔ دراصل یہ کہانی سالانہ بجٹ کے لفظوں کے گورکھ دھندے میں اعداد و شمار سے ماہرین کھیلتے ہیں اور بجٹ خسارے میں مالی معاملات عالمی اداروں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ موجودہ اتحادی حکومت نے غیر معمولی فیصلوں سے معاملات میں بہتری لانے کی کوشش کی ہے وزیر خزانہ اورنگزیب کے تجربات اور مشاہدات میں اس قدر بہتری آئی ہے کہ آئی۔ ایم۔ ایف نے بھی حکومتی کوششوں کو تسلیم کر کے کارکردگی پر اعتماد کا اظہار کر دیا ہے۔

یوں تو چھوٹے اور ترقی پذیر ممالک کا معاشی بحران میں مبتلا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں لیکن پاکستان کا بحران ماضی کے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں، سفارتی محاذ پر ناکامیوں اور دوستوں ممالک سے ناراضگیوں کے باعث ایسا دکھائی دیا کہ خدانخواستہ ملک ڈیفالٹ میں چلا جائے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب حکومتی ذمہ داران ناکامی پر ناکامی کو قابو نہ کر سکے اور اپنی اکثریت کھونے پر عدم اعتماد کے قانونی اور آئینی اصول پر اقتدار سے نکالے گئے تو وہ فخریہ انداز میں ملک میں انتشار، فتنہ و فساد، خانہ جنگی اور سری لنکا جیسے افسوسناک حالات کی خبریں دینے لگے۔

اس صورتحال میں حکومت نے پرعزم ہو کر فیصلہ کر لیا کہ معاشی استحکام پاکستان ہی اولین ترجیح ہے اور اب جذبات نہیں چلیں گے صرف فیصلے ہوں گے قومی اور اجتماعی مفاد میں، کسی قسم کی مصلحت پسندی برداشت نہیں کی جائے گی۔ ریاست مشکل ترین حالات سے گزر رہی ہے بلکہ مملکت کو تاریخ کی بدترین معاشی صورتحال کا سامنا ہے ہمارے پوشیدہ اور ظاہری دشمنوں نے دھرتی کو دہشت گردی کی بدترین جنگ میں

دھکیل دیا ہے۔ ایک ہمسایہ اپنی سازشی جنگ میں شکست کھا کر زخموں کی تاب نہیں لا پا رہا، دوسرا محسن کش ثابت ہوا، ایسی صورتحال میں ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کار خوفزدہ ہیں۔ مہنگائی بھی ہوشربا اور بے روزگاری بھی لامحدود ہو چکی ہے لہذا نئی نسل بھی اپنے مستقبل سے مایوس دکھائی دیتی ہے معاملات کی بہتری اور بحالی کے لیے معاشی استحکام صرف ایک ضرورت نہیں بلکہ لازمی ہو گیا ہے۔ مسائل کا حقیقی حل یہ ہے اس لیے بحث و مباحثہ نہیں، فوری عملی اقدامات طویل المدتی پالیسیوں کے ذریعے ہونے چاہئیں۔ حکمرانوں نے یہ بھی احساس کیا کہ سیاسی عدم استحکام نے بھی



معیشت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا اس لیے اپوزیشن کو مذاکرات کی میز پر لایا جائے حکومت نے مختلف اوقات میں مختلف انداز میں بات چیت کی پیشکش کی، اسپیکر قومی اسمبلی سردار ایاز صادق اور مولانا فضل الرحمٰن نے مثبت کردار بھی ادا کیا ایک سے زیادہ مرتبہ کمیٹیاں بنیں لیکن ایک شخص کی ضد کے سامنے سب کوششیں ناکام ہو گئیں۔ اپوزیشن کے سزا یافتہ بانی کا مطالبہ ہے کہ مذاکرات طاقتوروں سے ہوں گے حکومت کٹھ پتلی اور غیر فعال ہے طاقتوروں کا جواب ہے ہمیں سیاست میں مت گھسیٹو، فوج حکومت نہیں، ایک ریاستی ادارہ ہے۔ وزیراعظم کے مشیر سیاسی امور رانا ثنا اللہ نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جمہوریت ڈائیلاگ سے آگے بڑھتی ہے ڈیڈ لاک سے نہیں، آیئے بات چیت سے کوئی سیاسی راستہ نکالیں۔ مقدمات ہم آپ کے دور میں بغیر کسی وجہ کے بھگتتے رہے ہیں آپ بھی عدالتوں کا دلیری سے سامنا کریں اگر بے گناہ ہیں مقدمات ناجائز ہیں تو آپ بھی ہمارے طرح بری ہو جائیں گے لیکن بہادر لیڈر بات چیت بھی ان سے کرنا چاہتا ہے جنہیں رات دن تنقید اور گالیوں کے

ساتھ مختلف القابات سے نوازتا ہے ایسے میں اس کے من پسند لوگ اس سے بات نہیں کرنا چاہتے تو حکومت کا کیا قصور ہے؟

لمحہ موجود میں پاکستانی معیشت جس حال میں ہے اس میں حالات سیاسی معرکہ آرائی، دہشت گردی اور نا قابل عمل وقتی پالیسیوں کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔ ہر حکومت پالیسی بناتی ہے عمل درآمد کرتے ہوئے مستقبل کے سنہرے خواب دکھاتی ہے لیکن ابھی اس کے مثبت نتائج نکلتے بھی نہیں کہ نئے حکمران اسے اقتدار کی کرسی پر بیٹھتے ہی بدل دیتے ہیں۔ مقامی اور عالمی معاہدوں کی کسی کو پرواہ نہیں ہوتی لہذا سرمایہ کاروں اور صنعت کاروں کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہی ہے کہ انہیں اعتماد میں لیے بغیر پالیسیاں بنائی جاتی ہیں انھیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اگر حکومت بدلی تو ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ اسی خطرے کے باعث ملکی سرمایہ کاروں نے سرمایہ کاری سے ہاتھ کھینچ لیا اور غیر ملکی سرمایہ کار بھی سہم گئے نتیجتاً کاروبار میں کمی واقع ہوئی اور آگے بڑھتی ہوئی معیشت زمین بوس ہوگئی۔ اسی لیے ایسی پالیسیوں کی ضرورت ہے جنہیں پارلیمنٹ اور قومی اداروں کے ذریعے تحفظ حاصل ہو، موجودہ حکومتی پالیسی بھی جذباتی فیصلے کرنے کی بجائے ایسے ہی طویل المدتی اقدامات چاہتی ہے تاکہ سرمایہ کاروں کی بداعتمادی کا خاتمہ ہو اور انہیں مستقبل کا تحفظ کا احساس دلایا جاسکے۔ انہیں پتہ ہو کہ ٹیکس برآمدات اور درآمداد ہی نہیں، توانائی کے اخراجات کتنے اور کب، کہاں تک ہوں گے ایسا تب ہی ہو سکے گا جب معاشی پالیسی سیاسی دباؤ سے نکل کر قومی مفاد میں مرتب کی جائے گی۔ سرمایہ کاروں کو ایسا تحفظ حاصل ہو کہ حکومت بدلنے سے کوئی فرق نہ پڑے۔ اب ان خواہشات پر عمل درآمد کے لیے حکومت کو غیر سیاسی، غیر جانبدارانہ، تجربہ کار ماہرین اقتصادیات کی خدمات حاصل کر کے تھنک ٹینک بنانے ہوں گے جو حالات حاضرہ کا جائزہ لے کر سب سے بڑے عوامی مسئلے مہنگائی کے خاتمے، تجارتی مسئلے نظام ٹیکس اور صنعت وتجارت کی بنیاد توانائی کے عدم توازن کے لیے ہی مربوط قابل عمل پالیسی تجاویز مرتب کریں۔ آسان اور سادہ درآمدی، برآمدی پالیسی بھی متعارف کرائیں، تاجر تنظیموں کی مشاورت سے ٹیکس کے ناقص نظام کو ایسا بنائیں اور فائلر کے لیے دنیا بھر کی طرح مراعات، سہولیات دیں تاکہ ٹیکس کو لوگ بوجھ سمجھنا چھوڑ دیں اگر حکومت ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئی تو ٹیکس دینے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافے سے خالی قومی خزانہ بھرنا شروع ہو جائے گا۔ صنعتی میدان میں بھی اصلاحات کی اشد ضرورت ہے کیونکہ صنعتیں اور فیکٹریاں چلیں گی تو معیشت میں بھی استحکام

> انہی پالیسیوں سے صنعت وتجارت ابھر نہیں سکی بلکہ معاشی تنزلی سے مہنگائی میں بھی اس قدر اضافہ ہوا کہ شعبہ جاتی سروے نہ بھی کیا جائے تو صرف عوامی سطح پر یہ دیکھنے کو ملا کہ مہنگائی، بے روزگاری اور مخدوش ترقی کے معاملات نے ایسے معاشی مسائل کو جنم دیا کہ شادی جیسے فریضے کی ادائیگی بھی مشکل بن گئی۔ ایک محتاط سروے کے مطابق ایک کروڑ لڑکیاں گھر بیٹھی بوڑھی ہوگئی اور ابھی یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا کوئی نہیں جانتا، یہی نہیں آئی۔ ایم۔ ایف کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں سماجی تحفظ، انسانی ترقی اور ٹیکس کا ڈھانچہ انتہائی ناقص نہیں بلکہ خطے میں کمزور ترین ہے۔



آئے گا، موجودہ حالات میں انتظامی معاملات کے اجازت نامے سرخ فیتے کی نظر ہوتے ہیں مختلف شعبہ جات میں ون ونڈو آپریشن متعارف ہو چکا ہے لیکن وہاں بھی شفافیت اور میرٹ کا معاملہ گڑبڑ ہے، توانائی صنعت کے لیے بے حد ضروری ہے لیکن ہمارے ہاں بجلی اور گیس کی قیمتوں کا اضافہ ہی سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے۔ پیداواری صلاحیت کم اور فیکٹریاں، ادارے بند ہو رہے ہیں ان صنعتوں کو چلانے والا خام مال بھی مہنگا پڑتا ہے ان معاملات کو ایسی پوزیشن میں لانا ہوگا تا کہ دیگر ممالک سے مثبت انداز میں مقابلہ کیا جا سکے اسی طرح پاکستان کی اکثریتی آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے انہیں اگر معیاری تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر مند بنا کر صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تو یہی نوجوان نسل معاشی انقلاب برپا کر سکتی ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ نوجوانوں کو ہنر مند بنانے کے لیے حقیقی توجہ نہیں دی جا رہی، صرف تعلیم اور تعلیم کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ روزگار اور ہنر مندی کے مواقع بھی کم ہیں لہذا بڑی قومی طاقت بوجھ سمجھی جا رہی ہے حکومت نے بڑا فیصلہ یہ کر لیا ہے کہ معاشی استحکام کو کسی بھی طرح ماضی کی طرح محض جذباتی نعرہ نہیں بننے دیں گے بلکہ اس کو مسلسل جدوجہد کی شکل دے کر معاشی انقلاب لائیں گے۔ پاکستان معاشی استحکام حاصل کرے گا تو ہی جمہوریت، خوشحالی، ترقی اور دفاع جیسے شعبہ جات مستحکم ہوں گے لیکن تمام اقدامات کے لیے حکومت کو اتحادی جماعتوں کی مشاورت تھنک ٹینک کی تجاویز کی روشنی میں ایک طویل المدتی قومی اقتصادی پالیسی کو پارلیمنٹ کے ذریعے مکمل تحفظ دینا ہوگا اس طرح مشکل فیصلوں سے قوم کو واضح پیغام بھی مل جائے گا کہ غیر معمولی حالات میں غیر معمولی فیصلے مستقبل کے لیے اہم ہیں، معاشی استحکام اولین ترجیح اور اب بات جذبات سے کھیل کر نہیں بنے گی بلکہ فیصلوں پر عمل کر کے نتائج حاصل ہوں گے۔